سے خصوصی دلچسپی رکھتا ہوں مگر افسوس کہ ملّت نے امام صاحب سے پورا فائدہ نہ اُٹھایا اور آج کے دور میں فکرِ امام کے احیا بہ اندازِ جدید کی جو ضرورت ہے اُسے کوئی پورا کرنے والا نہیں۔" مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی" (عبدالرسول قادر بلوچ) اچھی تاریخی تحقیق ہے۔ "حضرت شاہ ہمدان اور کشمیر" (ڈاکٹر بدرالدین بٹ) بھی خوب تحریر ہے۔ "ظہیرالدین بابر کے مذہبی رجحانات" (طاہرہ حبیب) "قرونِ وسطیٰ میں اسلامی کتب خانوں کی تنظیم" (محمد فاضل خاں بلوچ) "شاہ بورسالو کی تدوین و تالیف" (پروفیسر رحمت فرخ آبادی) "فارسی کا ایک فراموش شدہ شاعر ــــ شعری قادری" (ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی) "مثنوی نئی نامہ" (سلی ارشد) "لمعہ حیدر آبادی کے نام اقبال کے خطوط" (پروفیسر اکبر رحمانی) " اسلام امن و سلامتی کا مذہب" (پروفیسر وحیدالدین) نہایت اچھے مضامین ہیں۔ "اسلامی واقعات کی ایک منفرد ترتیب" (ڈاکٹر محمد اجمل نیازی) کے عنوان کے تحت منشی محمد دین فوق کی تین کتابوں پر تبصرہ کیا گیا ہے ــــ (۱) تاریخ حریتِ اسلام (۲) تاریخ کا روشن پہلو (۳) وجدانی نشتر۔

مشمولات المعارف نہ صرف اسلام یا اسلامی علوم کے متعلق ہیں بلکہ اکثر کی نوعیت تاریخی ہے۔ درجہ بدرجہ تحقیقی انداز بھی سب میں نمایاں ہے۔

اقبالیات | مدیر جناب پروفیسر محمد منور۔ ناشر: اقبال اکیڈمی پاکستان، ۱۳۹ اے نیو مسلم ٹاؤن، لاہور۔

قیمت فی شمارہ ۲۰/- روپے۔ زرِ سالانہ (۴ شمارے) ۶۰/- روپے۔ (الحمدللہ) طباعت کی مصیبت سے محفوظ۔ سفید کاغذ، خوشنما سادہ دبیز سرورق

یہ دراصل اقبال ریویو کا اردو والا سلسلہ ہے۔ علامہ کی ۲۵ ویں برسی کے موقع پر جنوری مارچ ۱۹۸۸ء کا ضخیم شمارہ پیش کیا گیا ہے۔ ایسا بھاری بھرکم نمبر جس میں پاکستان، ترکی، سعودی عرب ایران اور امریکہ کے ممتاز اصحابِ فکر و کاوش نے نہایت اہم فلسفیانہ، صوفیانہ، متکلمانہ، قانونی اور تاریخی مباحث کی روشنی میں اقبال کے طرزِ فکر کے جلی و خفی گوشوں کو نمایاں کیا ہو اس پر ہم اپنے

اجمالی اسلوب تبصرہ کو کتنا بھی پھیلائیں، حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مختلف مقالات پر معرکہ آرا اور ولولہ انگیز بحثیں سامنے آتی ہیں۔ جن میں سے کئی مقامات پر کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر "فلسفۂ اقبال کی حیات آموز ماہیت" (پروفیسر غلام رضا سعیدی) "اسلامی کونیاتی وجدان میں زمانِ حادث اور تصورِ لا متناہیت" (عبدالحمید کمالی) "ایرانی علم و ادب میں تصوف کا باہمی تعلق" (ڈاکٹر سید حسین نصر) یا "علامہ اقبال اور اُصولِ حرکت" (پروفیسر محمد منور) وغیرہ پر بحثیں اوّل تو پڑھنے والے اور ہر مبصر کا امتحان ہیں اور پھر ان میں مداخلت کے معنی ایک متواج سمندر میں کود جانے کے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اوراق میں ایسے بڑے سمندروں کے لیے جگہ کم ہے۔ ایسا ذخیرہ پیش کرنے پر ادارہ قابل مبارک باد ہے۔

آخری حصّہ تبصرۂ کتب کا ہے۔ مختلف حضرات نے خوب خوب لکھا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کی مشہور پہلی تنقیدی کتاب جستجو پر تبصرہ کا مطالعہ کرتے ہوئے تبصرہ نگار کے بعض اہم سوالوں سے مجھے دلچسپی محسوس ہوئی۔ مختصراً میں ان سوالات کا جواب یہ دوں گا کہ اسلامی ادب کسی خاص خاندان یا پارٹی یا قائم شدہ حکومت کی علمبرداری کا نام نہیں کہ جس کے لیے اشتراکی نظریہ سازوں کا انداز اختیار کرنا پڑے۔ اسلامی ادب کی بنیاد ایمان و ضمیر پر ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جو الحاد اور مادہ پرستی کے مقابلے میں خدا پرستانہ فکر اور اخلاقی اقدار کو ذہن میں جذب کر کے اپنے فن کی رُوح بنا سکتا ہو، وہ اسلامی ادیب ہے۔ اِسی طرزِ فکر کے سانچے میں تنقیدی معیار از خود ڈھلے گا۔ دُنیا میں کہیں بھی تخلیق کار کا محض اپنا ذہن بگٹٹ آزادی کے ساتھ اپنی سمتِ سفر معین نہیں کرتا۔ مثلاً کیا آپ اپنی اُصولی سیاست میں ادیب کو مخالفتِ پاکستان یا قائداعظمؒ اور علامہ اقبالؒ کے حق میں گستاخانہ انداز اختیار کرنے کی اُصولاً چھٹی دے سکتے ہیں۔ بس ایسی پابندیاں ہر نظریے اور تہذیب کے زیر اثر خود بخود پیدا ہو کر ذہنوں میں جگہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اور نظامِ فکر و احساس کا حصّہ بن جاتی ہیں۔ رہا البتہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مسلم ادیب کو اسلامی دین و تہذیب کی لائن تو سامنے رکھنی چاہیے، مگر کسی ڈکٹیٹر یا پارٹی ڈکٹیٹر شپ کو اپنے عہدہ و مفاد کے لیے کوئی لائن بنا کر ادیبوں پر ٹھونسنے کا حق نہیں ہے۔

کاش کہ یہ بحث اتنی بھی طویل نہ ہوتی، کجا کہ مزید تفصیل کا خیال بھی کیا جائے۔